غالب اسٹڈیز

شریکِ غالب

نواب یوسف علی خاں ناظم

انتخابِ کلام

مرتبہ

عابد رضا بیدار

امیو انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز

© RekhtaDownload.com

شریکِ غالب

نوابِ یوسف علی خاںؔ ناظمؔ

میں بھی اُستاد کے حُسنِ طبیعت کا شریک
(ناظمؔ)

بلکہ شریکِ غالب —— کہ جو شریک ہے میرا شریکِ غالب ہے
(مرزا غالب)

RekhtaDownload.com

ظہور صاحب (ظہور الدین خاں اوج) کے نام

RekhtaDownload.com

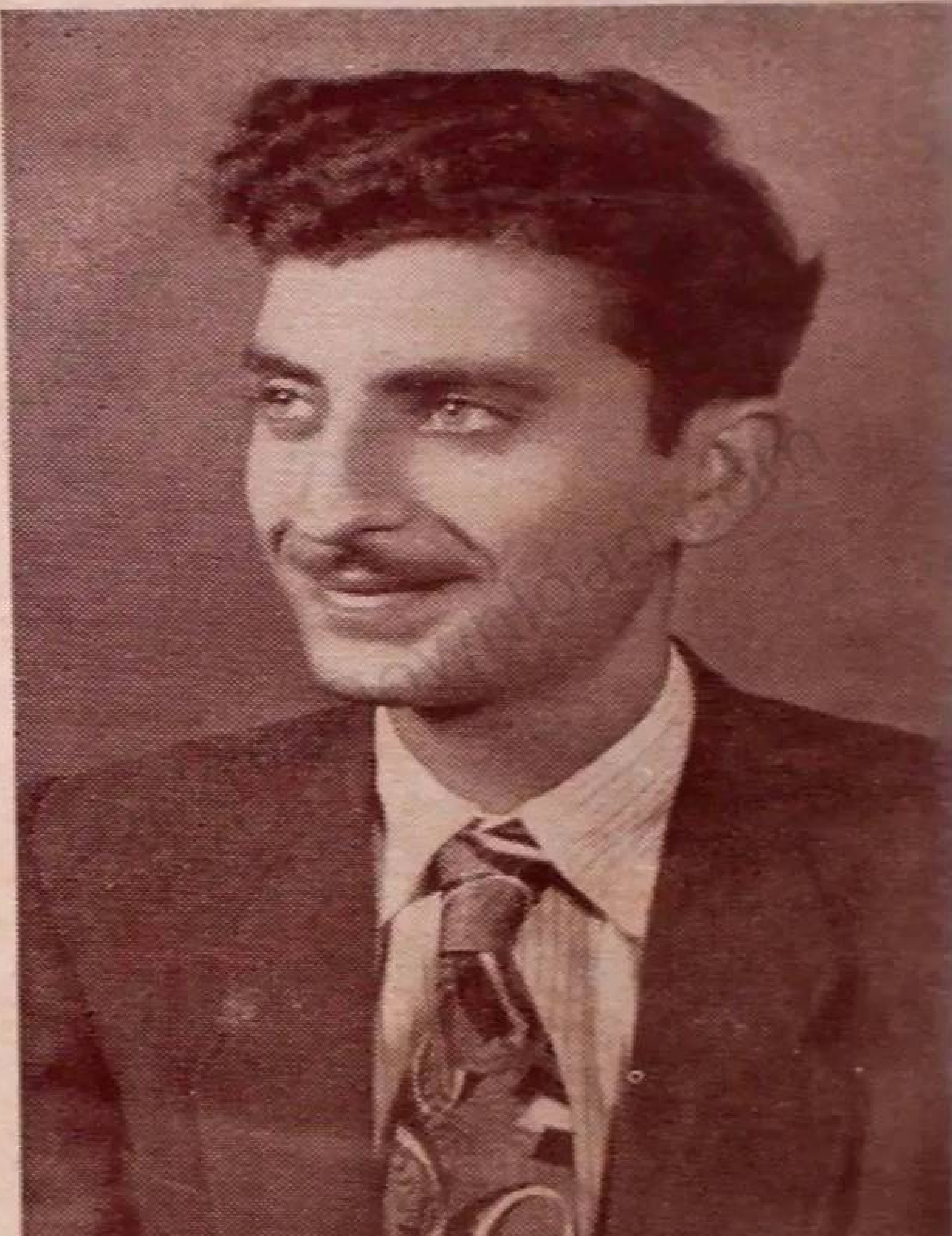

ظہورالدین خاں انجم

پیشگفتار

RekhtaDownload.com

نواب یوسف علی خاں ناظم غدر کے زمانے میں رام پور کے نواب تھے۔ سر سید اور غالب کی مانند انھوں نے بھی انگریزوں کی حکومت اور ان کی تہذیب کو ایک ناگزیر ہونی اور بہتر قوت کے طور سے تسلیم کر لیا تھا اور غدر میں ہر ممکن طور سے ان کا ساتھ دیا تھا۔ اس کے باوجود ان کا جو امیج بنا ہے اس میں اس بات کا تذکرہ جملۂ معترضہ سے بڑھ کے حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ ان کی تصویر کا اصل آب و رنگ تو، سب پر چھائی ہوئی ان کی پُر خلوص شرافت اور انسانیت ہے، غمگساری اور دردمندی ہے، جس نے انھیں ایک اچھا شاعر بھی بنایا، اچھا انسان بھی۔ نوابی اور نوابی کے سب کارخانے دیکھتے

دیکھتے داستانِ پارینہ ہو گئے۔ لیکن وہ انسان زندہ رہ گیا جس نے مغرب کو شاید اس لئے خوش آمدید کہا تھا کہ وہ ایک ناگزیر تاریخی رَو تھی ــــ جس نے بُرے وقت میں بھی اپنی مشرقیت کو زندہ رکھا۔

ناظم کو اُردو کا سب سے بڑا مربیِ سخن کچھ بیجا نہیں کہا گیا ہے۔ اُردو کیا دنیا بھر میں ایسی مثالیں کم ہی ہوں گی کہ دولت و امارت نے فن کو اس خلوص اور پیار سے اور اس سے بھی زیادہ، اس عاجزی اور انکسار سے نوازا ہو جیسے اس مربیِ سخن نے تاجدارِ سخن کی قدر کی۔ یہاں تو ایسا شاندار انداز ہے کہ محض اس کا تذکرہ کرنے سے ہی اپنا قد پہلے سے بلند محسوس ہونے لگتا ہے۔

ناظم شاعر بھی تھے، اور بعضوں کا بیان ہے کہ پہلے مومن سے اور پھر اسیر سے باقاعدہ اصلاح بھی لیتے تھے؛ غدر سے دو تین سال قبل مرزا غالب سے اُستادی شاگردی کا رشتہ استوار ہو گیا۔ اس کے برخلاف بعضوں کا کہنا ہے کہ شاعری کا آغاز ہی مرزا کی شاگردی کے بعد سے ہوا اور اس کی شہادت ناظم کے مکتوب بنام غالب سے لی جاتی ہے جس میں تخلص طلب کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے پہلے ایک مصرع موزوں کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اندازہ ہے کہ یہ محض ایک خاکسارانہ ادا ہو گی؛ اگر انھوں نے کسی سے اصلاح نہ لی ہو، تو بھی شاعری ضرور کی ہو گی۔ یہ ذہن میں رہے کہ غالب کی شاگردی ناظم کے آخری دور کا قصہ ہے۔

اور، واقعہ جو کچھ بھی رہا ہو، عملاً غالب کے علاوہ دوسرے قطعی مختلف انداز کے شاعروں کا رنگ ان کے اُن اشعار میں نظر آئے جو ناظم نے اپنی زندگی میں شائع نہیں ہونے دیئے تھے، اگرچہ جو دیوان ان کی زندگی میں شائع ہوا،[1] اس میں بھی جابجا سلسلۂ

---

[1] دیوان کا پہلا ایڈیشن باہتمام فتح محمد خاں (۲۴۶ ص) جمادی الاول ۱۲۷۸ھ میں شائع ہوا اور دوسرا ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں باہتمام صاحبزادہ حیدر علیخاں (ص ۳۱۰) دونوں بار پریس ایک ہی رہا، چشتی پریس بنگلہ آزاد خاں رامپور۔

ناسخ کے آثار نظر آتے ہیں۔) تو یہ کچھ جھلکی تو کھائے ہی گا:

چاک کر کے پیٹ دشمن کا ملوں گا دوست سے
پسلیاں اس کی بنیں گی زینہ اس کے بام کا

اس قسم کے اشعار دس بیس غزلوں کے بعد اِدھر اُدھر بکھرے ضرور مل جائیں گے۔

حاوی رنگ بہرحال آخری استاد کا رنگ ہے جس پر چہ میگوییاں بھی ہوتی رہی ہیں۔ نصف صدی سے اوپر کی بات ہے جب فرحت اللہ بیگ[۱] اور ہاشمی فرید آبادی[۲] نے دلائل کے ساتھ یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ناظم کو غالب کہہ کر دیتے تھے[۳]۔ بدایوں کے رہنے والے علی گڑھ کے شعبۂ اردو کے ایک ہونہار طالب علم نے مبسوط دلائل کے ساتھ ہاشمی اسکول کے رد میں ۳۷/۳۶ء میں ایک طویل مقالہ لکھا[۴]۔ ۱۹۵۲ء میں شیخ محمد اکرام نے اپنے روایتی معیار اور سلیقہ کے ساتھ پھر ایک بار "دیوان ناظم میں غالب کا حصّہ" ثابت کر دیا، جس کی تردید میں اکبر علی خاں نے ایک مقالہ لکھا[۵]، اور سلسلۂ سخن ہنوز دراز ہے کہ "صحیفہ" غالب نمبر ۳ میں کسی صاحب نے ایک نامعلوم ماخذ سے غالب کا ایک غیر مطبوعہ خط شائع کر دیا ہے جس میں ناظم کی وہ شاندار مدح شامل ہے اور رامپور کی وہ تعریف ہے کہ غالب نے ساری عمر کیا کسی کی ہو گی۔ اور خط کا خلاصہ بالواسطہ یہ نکلتا ہے کہ ناظم خود کہتے تھے۔ اگر یہ غالب کے سلسلہ میں اس سے قبل کے دو مشہور جعلوں کی کڑی نہیں ہے تو ہاشمی، فرحت اللہ بیگ اور اکرام کے انداز پر سوچنے والے غالب شناسوں کا بہت اچھا جواب مہیا ہو جاتا ہے۔

یہ کہ ناظم خود کہتے تھے ——— یہ کہ وہ اچھے سخن سنج تھے، اس معیار

---

[۱] مقدمۂ دیوان یقین۔ [۲] الناظر۔ [۳] علی گڑھ میگزین۔ [۴] نقد غالب
[۵] اردو ادب

ہے کہ انھوں نے اُردو کے عظیم ترین غزل گو کے مقام کو اُس وقت پہچانا جب نواب شیفتہ، مفتی صدرالدین آزردہ، یا مولانا فضل حق خیرآبادی جیسے دلنواز سخن سنجوں کے سوا غالبؔ کے صحیح مقام سے لوگ کم ہی واقف ہو پائے تھے۔ یہ گروہ غالبؔ کو پسند کرتے تھے اس لئے ان کا رنگِ سخن غالبؔ کے رنگ میں رنگا ہوا ہو، یہ کوئی تعجب کی بات نہ ہوگی۔

ع:- ہے ہم کو شیوۂ اسداللہ خاں پسند
ع:- ناظم ہمیں تتبعِ غالبؔ پہ ناز ہے
ع:- اپنے اُستاد کے انداز پہ میرا ہے کلام

اکرام نے صرف ۱۹ غزلیں (۴ رباعیاں اور ۵ سلام بھی) اپنے مقدمہ کے ثبوت میں پیش کی ہیں[1]۔ انھوں نے کچھ خاکساری برتی۔ یہ تعداد کسی طرح سو سے کم نہیں، جس کا اندازہ آپ کو میرے انتخاب سے ہو جائے گا۔

غالبؔ کے رنگ میں ڈوبے ہوئے اتنے اچھے اشعار اتنی بڑی تعداد میں نہ کسی شاگرد کے یہاں ملیں گے، نہ کسی مداح کے دیوان میں۔ اکثر تو ایسا ہو جاتا ہے کہ جب کوئی رنگِ غالبؔ میں کہنے کی کوشش کرتا ہے تو ناکام چربہ ہو کے رہ جاتا ہے۔ ناظم کے یہاں ایسی ناکامی کی مثالیں مشکل ہی سے ملیں گی۔

ایک مسئلہ البتہ میرے لئے پریشان کُن رہا ہے۔ یہ بات کہ مناسب موقعوں

---

[1] غزلیں: بار ہوا۔ نظر آیا۔ سرکا بھرا ہوا۔ اچھا۔ خطا ہو گیا۔ آج کی بات۔ عبث۔ آشیاں پسند۔ میرے بعد۔ حرم سے دُور۔ رقص۔ غلط۔ شمع آسماں کا رنگ۔ ہم کب تک۔ آجکل۔ گر کھلے یار باقی ہے۔ پسند ہے۔ رباعیاں: چراغ۔ مانوں۔ حیراں نہیں۔ دریغ۔ سلام: آسماں پر۔ امام انام۔ رواں ہو۔ جام رہے۔

ہر شاگرد کو ایک آدھ غزل عطیہ کر دی ہو، یا غزلوں کی اصلاح کرتے وقت ایک ایک دو دو نئے شعر ہر غزل میں اضافہ کر دیتے ہوں، اور شاگرد و استاد کے احترام میں اور تبرک کے طور، ایسے اشعار کو اپنا کہنے میں فخر محسوس کرتا ہو، کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے۔ خود میرے زمانے میں جہاں جہاں اُستادی شاگردی کے ادارے قائم ہیں، میں نے اس کی مثالیں خود سُنی اور دیکھی ہیں۔ اور یہ عام لوگوں کی بات ہے، وہ تو نواب تھے۔ نوابوں کے یہاں تو منشی فرمان اور احکام لکھتے تھے، دستخط نواب کے ہوتے تھے، خطوط تک دارالانشا کے نگراں لکھا کرتے تھے اور نام سے نوابوں کے جاتے تھے۔ بھوپال کے نواب صدیق حسن خاں دنیا کے ہر فن پر ایک نہ ایک کتاب کے مصنف ہیں، کیونکہ ان کے دربار میں ایسے ہر فن کا ماہر موجود تھا۔ نوابوں کو چھوڑیے اپنے آس پاس کے کتنے ہی کرسی نشینوں کو دیکھ لیجئے جن کے خطبۂ صدارت، خطبۂ افتتاحیہ یا دوسری رسمی تحریروں کو لکھنے والا اسٹاف موجود رہتا ہے، لیکن نام تو اسٹاف کا نہیں ہوا کرتا!

اب مسئلہ یہ ہے کہ ایسے اشعار اتنی بڑی تعداد میں ہوں تو ناظم کے دیوان کو غالب کا دیوان قرار دیا جائے! یا باوجود اس حقیقت کے اعتراف کے، وہ ہے ناظم ہی کا؟

ترکیب اور مصرعوں کے مصرعے غالب سے ٹکرا جائیں، اور بیسیوں غزلیں ایسی مل جائیں جن کا اسلوب غالب کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہو — تو بھی میں اسے غالب کا کلام کہنے پر آمادہ نہیں ہوں گا۔ دیوان کو پڑھتے وقت غالبیانہ ترکیبیں اور مصرعے آپ کو جابجا مل جائیں گے۔ میں آپ کو ایسے کئی درجن شعر سُنا سکتا ہوں، جن کی نوعیت بالکل ایسی ہے جیسے غالب کا شعر پہلا "ایڈیشن" ہو اور ناظم کا دوسرا — یا یہ پہلا ہو وہ دوسرا۔

طولِ شبِ فراق کا بنتا نہیں حساب
روزِ شمار کو نہ رکھیں گر حساب میں

میں نے پھونکا بھی تو کیا تم نے تماشا دیکھا
گھر کو اچھا ہے، تمہی آگ لگاتے جاؤ

فلک کو جب ضد آتی ہے، نہیں کچھ پیش جاتی ہے
اُسے پانی نہیں ملتا ہے جس کا خضر رہبر ہو

کعبہ سے سیدھا ترے گھر کو چلا
قبلہ مجھے قبلہ نما ہو گیا

چھڑکتے ہیں نمک وہ زخم پر یارب نہ دم نکلے
ابھی باقی ہے واں گھبرا کے اوندھانا نمکداں کا

شرم کر اے زمانۂ غدار، ڈوب مرے سپہرِ نیلی فام
یہ نہ سمجھے کہ تیر کیوں ماریں، تشنگی کر چکی ہے اسکا کام

جانتا ہوں پوچھنے آؤ گے لیکن کب کہ جب
بات کرنا، بلکہ دم لینا مجھے دشوار ہو

رہزن سے بچ کے آئے تو کھٹکا ہے چور کا
ناظم ہلاک کرتی ہے منزل کی احتیاط

زہے جنوں کہ جب آیا ہے سامنے فصّاد
لہو کے جوش سے رگ جا پڑی ہے نشتر پر

چاہوں کہ حال وحشتِ دل کچھ رقم کروں
بھاگیں حروف وقتِ نگارش قلم سے دور

جیتا ہے اور تم اسے کہتے ہو جاں نثار
کیوں کر کیا رقیب کو بے امتحاں پسند

سمجھے ہیں اپنے وعدے کے آتے وہ خواب میں
ناظم مجھی کو نیند نہ آئی تمام رات

پائی گئی نہ مصر میں توقیر حسن کی
یوسف کا سارا شہر خریدار ہو گیا

ناظم وفائے وعدہ کی امید ہو کسے
مرنا بھی اس فریب میں دشوار ہو گیا

کہتے گھر وہ آئے ناظم تو یہ اضطراب کیا ہے
کوئی بادشاہ آیا کوئی شہریار آیا

اس سے اور امیدِ وفا واہ واہ
خیر ہے ناظم تمہیں کیا ہو گیا

کھلے کیا دل، در و دیوار کے آثار باقی ہیں
ہوا ہر چند گھر ویراں، یہ صحرا پھر بھی صحرا ہے

دیکھو تو کہ وہ غصے میں کیا کہتے ہیں ناظم
کیوں اُن سے کبھی شکوۂ بے جا نہیں کرتے

اُلفت بری بلا ہے کہ ناظم یہیں تمیز
کرنی پڑی رقیب کی بھی التجا مجھے

واعظا توبہ کی جلدی کیا ہے
یہ بھی کر لیں گے جو فرصت ہو گی

عدو کو دیکھوں تو دیکھوں انھیں خدا نہ کرے
کہ مدعی سے ملوں عرضِ مدعا کے لئے

افسانۂ مجنوں سے نہیں کم مرا قصہ
اس بات کو جانے دو کہ مشہور نہیں ہے

شکنجِ طرّۂ پُرخم سے گرچہ پائی نجات
کشاکشِ ستمِ روزگار باقی ہے

اگرچہ ہر طرف اُڑتی بکھرتی ہے میری خاک
ہنوز حسرتِ دامانِ یار باقی ہے

تم اپنی چال سے بدنام ہو گئے ناظم
یہ اہلِ صومعہ چھپ چھپ کے کیا نہیں کرتے

ع داغِ جگر چراغ ہے بزمِ خیال کا
ع یہ بھی کہ وعدہ سچ ہے مجھے کب قرار آیا
ع ہم جہاں کھوئے گئے ہیں، وہیں پانا تیرا
ع مغتنم ہے دوست، جو دم ہے گزارا ہو گیا
ع تیری گرہ کا، دیدۂ خوں باز، کیا گیا
ع لٹا ہے قُرب میں منزل کے قافلہ دل کا
ع ہاں نالہ و فغاں سے چلی جائے چھیڑ چھاڑ
ع پیالۂ کوئی بہ از ساغرِ سفال نہیں
ع اخترِ شب گمرہ ہے مہرِ درخشاں آج کل
ع ہے نزاکت مانعِ ذوقِ خود آرائی انھیں
ع در تک آئے ہو تو آواز سُناتے جاؤ
ع سیل کا کیا خوف جب گھر بے در و دیوار ہو
ع دامن کشاں چلا ہے، ولے کس ادا کے ساتھ
ع ہے اک لگاؤ نکہتِ زلفِ دوتا کے ساتھ
ع تم سے نہ ہو مواخذہ بیجا اور بات ہے
ع ہو جائے گا دو نیم نہ کر اے دل اضطراب

اندازو ادا سے کچھ اگر پہچانوں ‌ ‌ البتہ اسے خدا کا قائل جانوں
کافر، مغرور، بیگانہ کش، بیباک ‌ ‌ وہ اور خدا کو مانے کیونکر مانوں

○

ناگہ مجھے دکھا کے تابِ رخسار ‌ ‌ دین و دل و ہوش لے گئے وہ عیار
آئے نہ دوبارہ کیونکر آئیں، کیوں آئیں؟ ‌ ‌ سچ ہے کہ تجلی کو نہیں ہے تکرار

○

ظاہر میں اگرچہ یار غمخوار نہیں ‌ ‌ پر عشق کی تاثیر بھی بیکار نہیں
جب جان کہا اسے وہ آزردہ ہوا ‌ ‌ کیونکر مانوں کہ وہ وفادار نہیں

○

یاں کال سے ہے طرح طرح کی تکلیف ‌ ‌ فاقوں سے ہوئے ہیں آدمی زار و نحیف
اس سال میں یا حضرتِ ماہِ رمضان ‌ ‌ حاجت کیا تھی کہ آپ لائیں تشریف

○

پھیلا کے تصور کے اثر کو میں نے ‌ ‌ مشہور کیا سعیِ نظر کو میں نے
ظاہر در و بام سے ہے نقشِ رخِ دوست ‌ ‌ بُتخانہ بنا رکھا ہے گھر کو میں نے

○

گر عقل و شعور کی رسائی ہوتی ‌ ‌ واعظ کی سمجھ میں بات آئی ہوتی
کوثر پہ صلائے جام سے کیوں دیتے ‌ ‌ مے پینے میں کچھ اگر بُرائی ہوتی

○

کیا بات ہے کارسازیِ تیری، میں کون! — کیا شان ہے بے نیازیِ تیری، میں کون!!

رکھوں کیا حوصلہ، پڑھوں کیا مقدور — روزہ تیرا، نمازِ تیری، میں کون!!

یہ قطعہ، مصرعے اور رباعیاں سُن کر غالب کے شعر یاد آنے میں ممکن ہے کچھ دیر بھی لگے، لیکن یہ تو بالکل سامنے کے ہیں جو سب کے سب میں نے صرف الف کی ردیف سے لئے ہیں۔

تُو کسی کا ہو دوست، میں ناحق — دشمنِ اہلِ روزگار ہوا

اور

رشکِ احباب غیر بیجا ہے — تُو کسی کا کب آشنا ہوگا

(غالب کا وہ شعر: تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہ ہوا تھا)

عاشق ہوا اس آفتِ جاں پر مرا ندیم — جب خوب میرا محرمِ اسرار ہو چکا

(غالب: ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا الخ۔ اور: میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے)

ہونے دیا نہ شاد، یہ دن پھر کہاں مجھے — ہے ہے تمھیں رقیب کے مرنے کا غم ہوا

دیدار ہی نہیں تو خوشی کیا بہشت کی — مذہب ہمیں پسند نہیں اعتزال کا

(غالب: سنتے ہیں جو بہشت کی تعریف سب درست — لیکن خدا کرے وہ تری جلوہ گاہ ہو)

فقیر بن کے گیا واں تو کیا سوال کروں — مگر کہوں کہ بھلا کر ترا بھلا ہوگا

(غالب: ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا — اور درویش کی صدا کیا ہے

بیداد سے توبہ انھیں کرتے ہی بن آئی — جب بعد مرے کوئی نہ مجھ سا نظر آیا

(غالب: "میرے بعد" والی غزل کے متعلقہ شعر)

جان کا غم نہیں، غم اس کا ہے — قتل کر کے مجھے پچھتائے گا

غالب: کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ — ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

واعظ و شیخ سبھی خوب ہیں کیا بتلاؤں — میں نے میخانے سے کس کس کو نکلتے دیکھا

(غالب: کہاں مے خانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ الخ)

ان کو خیال تھا کہ سُنیں گے خبر مری اور — اچھا ہوا مریضِ محبت بُرا ہوا

(غالب: میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا۔)

اے نوا شیخ انا الحق ترا دعویٰ حق ہے — لیکے مستور نہیں قطرے کو دریا کہنا

(غالب: قطرہ اپنا بھی حقیقت میں ہے دریا لیکن — ہمکو تقلیدِ تنک ظرفیِ منصور نہیں

اور کھانے کو دھرا ہے یاں کیا — میرا غم کھائے گا مہمان میرا

(غالب: مکتوب)

نہ خدا کو جانتے ہو، نہ نبی کو مانتے ہو — بس اُٹھو! قسم نہ کھاؤ، مجھے اعتبار آیا

(غالب: خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے)

قدح گردانیوں میں جو ہیں کوثر کی کیوں پوچھیں — وہ اک جامِ لبالب ہے ہمارے طاقِ نسیاں کا

(غالب: وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیاں کا)

رازداری اسے کہتے ہیں کہ مرتے مرتے تجو رہے جو بھید — کس قدر مرتا ہوں مگر منہ سے نہ اتنا نکلا؛ اور اسطرح لو کیا

(غالب: چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لوں الخ)

یہ سب کچھ اپنی جگہ پر، لیکن یہ طے ہے کہ دونوں میں باریک سا لیکن بیحد اہم فرق ضرور رہ جاتا ہے، جس سے یہ بھی پہچان میں آجاتا ہے کہ یہ شعر غالب ہی کہہ سکتا تھا، اور یہ شعر ناظم ہی کا ہو سکتا تھا۔ وہ یہ کہ: طرزِ ادا غالب کا سا ہے، اسالیب میں وہی انداز اور اسی قسم کا حیرت انگیز اور پُر لطف تنوع ہے لیکن مصرعوں کی ساخت اور شعر کی پرواز غالبیانہ ہونے کے باوجود مضمون میں غالب کی اُڑان دو

چار جگہ کے سوا کہیں مشکل ہی سے ملے گی۔ شعر کی بندش پر آپ کو غالب کا گمان گزرے
شعر کا مضمون غالب کا نہیں ملے گا۔ سوائے ایسی مثالوں کے جو مثلاً میں نے دیں
جہاں مضمون میں کوئی خاص بات نہیں، اور اس لئے مشترک بھی ہیں، تو کوئی فرق نہیں
پڑتا۔

اب دو صورتیں ممکن ہیں: یا تو غالب کی جو بعض تعریفیں، صدی جشن کے موقع
پر اس طور سے ہوئی ہیں کہ وہ بڑا عیّار، گھاگ اور کائیاں آدمی تھا" (غالب کی عظمت،
"آہنگِ غالب") تو اس کا امکان ہے کہ وہ اصلاح کر کے جو شعر بناتا ہو، یا نئے شعر
پیش کرتا ہو وہ سب الفاظ کا گورکھ دھندا تو اسی طور پر ہوتے ہوں۔ جیسے غالب
کا مزاج تھا، لیکن اُس میں وہ اپنا خونِ جگر صرف کر کے مضمون آفرینی کے چکّر میں نہ پڑتا ہو۔
"کلامِ خوش"، کا مطلب مزے کا شعر ہونا کافی سمجھا جاتا ہوگا۔ مضمون آفرینی، تخیّل کی
"اڑان" اور کوئی تازہ اور نئی بات کہنے کی کوشش تو "کلامِ خوش" میں لانا ضروری تھا۔
عام ماحولِ شعر و سخن، خود رام پور کے شعراء کا معیار اور نواب صاحب کی طبیعت ——یہ
سب بھی اس کے متقاضی تھے کہ کوئی مزے کی بات، مزے کے انداز میں کہہ دی جائے،
اور بس! دل کو خوں کرنے کی فرصت کسے؟ کہ شعر جو عام طور سے تفریحِ طبع کا ذریعہ
اور آرائشِ مجلس میں شامل تھا، اُسے کہنے، یا بچھنے کے لئے دماغ جلانا پڑے —— اس
لئے یہ ہیں تو مرزا غالب ہی، لیکن بس دفع الوقتی کے لئے! مگر میں اسے نہیں مانتا۔ غالب کا
رنگِ سخن اس وقت تک اتنا پختہ ہو چکا تھا کہ وہ فکر کی گرمی لائے بنا رہ ہی نہیں سکتا تھا!

میرا خیال یہ ہے کہ دونوں کے اندازِ کلام کا یہی باریک سا فرق اس بات کا
ثبوت ہے کہ: غالب نے اسے مانجھا ہے، تراش خراش کی ہے۔ گھٹایا بڑھایا ہے، اور اصلاح
کے لئے آئی ہوئی غزل کے رنگ میں دو ایک اضافے بھی کر دیئے ہیں —— یہ صحیح بھی ہو
تو بھی بنیادی طور سے یہ ہے ناظم ہی کا کلام! یہ اُس دَور کے دوسرے چند اچھے شاعروں

کے سے معیار کا کلام ہے، مزے کے شعر تو خاصی بڑی تعداد میں مل جاتے ہیں، لیکن غزل کے عام ڈھیر سے کوئی بغاوت نہیں، کسی نئی روایت کی یہاں داغ بیل نظر نہیں آئے گی، اور عاشق، محبوب اور رقیب کے مثلث سے ہٹ کے اتفاق ہی سے کچھ باتیں مل جاتی ہیں۔ یہ اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کلام ناظم ہی کا ہے، غالب کا نہیں۔ کلام ناظم میں مجھے جو مزے کے اشعار ملے ہیں ان میں سے اہم یہاں ملاحظہ ہوں، جو مختلف وجوہ سے مجھے زیادہ پسند آئے ہیں:-

سمار ہیں گے اسی میں اگر زواں پہنچے
زمیں تو پست ہے گو آسماں بلند ہوا

نہ در پر اشک رہے گا نہ پیچ یاس دفا
عدو سے کیجئے، ناظم مبادلہ دل کا

تھا بہت کم رتبہ پیچ ہوگا قیامت ہوگی
غیر سنتا ہوں، درِ جاناں کا درباں ہوگا

پوچھیں کب اہلِ قافلہ بچھڑے ہوئے کی بات
ہے میرے نالے کے لئے بانگِ درا جواب

ع دل پر لگی ہے مرے وہ بانگ درا کی چوٹ

بھید اپنوں سے بھی نہ کہہ ناظم
منھ سے نکلی ہوئی پرائی بات

دیکھا نہ تم نے آخر اسے لے اڑا رقیب
کب تک مٹے کہ باغ میں ہے کیا بہار آج

باتوں میں کوئی کام نکلتا ہے ہمنشیں
تھا نامہ بر کو خوبیٔ تقدیر پر گھمنڈ

وہاں قافلہ منزل پہ بھی پہنچا پر ہم اب تک
کرتے ہیں بیاباں میں یہ آوازِ درا رقص

ہم سے چھٹتی ہے کہیں بادہ پرستی ناظم
منھ پہ واعظ کے کیا کرتے ہیں ناچار لحاظ

کون ہوگا کہ نہ ہو معتقدِ فصلِ بہار
موسم اچھا ہے پہ یہ کہئے کہ موسم کب تک

بت سے ناخوش ہے تو کیوں اٹھ نہیں جاتا ناظم
دیر میں تذکرۂ کعبہ و زمزم کب تک

سیاح جہاں گرد ہیں، آ نکلے ہیں یاں بھی
کچھ ترے پجاری تو نہیں اے بتِ چیں ہم

آستیں بھی نچوڑ ڈالیں گے
اشک کے پونچھنے سے فرصت ہو

اس پہ کیجئے گمان شکوے کا
بات کرنے کی جس میں طاقت ہو

جو کسی مذہب میں انساں کا مطلب ہے نجات ؎ پار اتر جاتا ہے جس کھیوے میں بیڑا پار ہو

ہو جہاں سایہ و سر چشمہ وہیں بیٹھ رہا ؎ رہبری میں نہیں اندیشۂ منزل مجھ کو

ہے وہ تقریب فراق اور یہ تمہید وصال ؎ وصل سے لطف سوا نامہ و پیغام میں ہے

توہم کا ہے پھیلاوا جسے مدت سمجھے ہو ؎ نکلنا خلد سے آدم کا گویا بات ہے کل کی

اچھا ہوا کہ موسم گل میں ہوئے اسیر ؎ چھوڑا ہے ہم نے باغ کو برگ گل کے ساتھ

ہیں یہیں کے پھر بھی یہ اعمال کیوں جاتے ہیں ساتھ ؎ جو کیا تھا ہم نے یاں پیدا وہ سب یاں رہ گیا

گلخن کی آگ سے بھی نہ حاصل ہوئی مراد ؎ کیوں ابر آشیانہ ہمارا بھگو گیا

واں شہادت کی خوشی کیا ہو جہاں ہو یہ غم ؎ کہ مرے قتل سے دلدار پشیماں ہوگا

بات کی پیچ ہے جو ناصح سے کیا کرتا ہوں بحث ؎ ورنہ دل دینے سے ہوں میں خود پشیمان آجکل

ان اشعار سے قطع نظر، یہ انتخاب جو آپ کے ملاحظہ میں ہے اس میں آپ کے ذوق و ظرف کے مطابق اور بھی کتنے ہی مزیدار شعر آپ کو مل جائیں گے۔ ایسے کہ غالب کی تو خیر سطح ہی اور ہے، باقی تمام اہم معاصروں میں (مومن، ذوق، ظفر، تسکین وغیرہ) ناظم کسی سے بہت زیادہ پیچھے نہیں رہیں گے، اور ایک اچھی خاصی تعداد ایسے اشعار کی بھی ملے گی جس میں ضرب المثل ہونے اور زبانوں پر چڑھ جانے کی بے حد صلاحیت ہے۔

رام پور کا یہ حکمراں شاعر جو غالب کا شاگرد تھا ۱۸۱۶ء میں پیدا ہوا اور ۲۱ اپریل ۱۸۶۵ء کو ۴۹ سال کی عمر میں انتقال ہوا، اور قلعہ ہی میں (موجودہ رضا لائبریری کے مغرب میں) بالکل متصل، باپ کے پہلو میں آسودۂ خواب ہوا۔

عابد رضا بیدار

۲۱ اپریل ۱۹۷۰ء

کوہِ نور پریس، دہلی ۶

محتاج نہیں قافلہ آوازِ درا کا　　　سیدھی ہے رہِ بتکدہ احسان خدا کا

۲

جو تجھ سے امیدوار ہوگا　　　انجام کو شرمسار ہوگا
طولِ شبِ ہجر جانتا ہوں　　　مرنا مجھے لاکھ بار ہوگا

۳

عیسیٰ کا بھی علاج کئی بار ہو چکا　　　اچھا غمِ فراق کا بیمار ہو چکا
ہے ناوکِ نگہ کے مقابل خدنگِ آہ　　　اب میرا وار روک ترا وار ہو چکا
کیا کھائیں اب وفا میں ہم ایمان کی قسم　　　جب تارِ سبحہ رشتۂ زنّار ہو چکا
عاشق ہوا اس آفتِ جاں پر مرا کرم　　　جب خوب میرا محرمِ اسرار ہو چکا
اب کیوں کمی کرے تجھے کس کا لحاظ ہے　　　رونے کا نام دیدۂ خونبار ہو چکا
ملتا ہے امتحانِ وفا میں مزا ہنوز　　　ناظم اگرچہ تجربہ سو بار ہو چکا

۴

تو کسی کا ہو دوست، میں ناحق　　　دشمنِ اہلِ روزگار ہوا
بسکہ بودا تھا تیرا عہدِ وفا　　　گو بندھا پر نہ استوار ہوا

۵

بڑھتا گیا جو رشک، تو اخلاص کم ہوا
چھینا عدو نے دوست کو، یہ کیا ستم ہوا

ہونے دیا نہ شاد، یہ دن پھر کہاں مجھے
ہے ہے تمہیں رقیب کے مرنے کا غم ہوا

جس نے نہ آپ میں تجھے پایا وہ دردمند
آوارۂ منازلِ دیر و حرم ہوا

۶

کس کس کا کروں رشک کہ اس راہ گزر میں
ہر ذرہ مجھے دیدۂ بینا نظر آیا

بیداد سے توبہ ابلیس کرتے ہی بن آئی
جب بعد مرے کوئی نہ مجھ سا نظر آیا

شیطان جو نہ تھا جوہرِ معنی کا شناسا
آدم اسے اِک خاک کا پتلا نظر آیا

مجنوں کو کہاں حوصلہ تھا ضبطِ جنوں کا
دل گھر میں ہوا تنگ تو صحرا نظر آیا

ناسخ کے زمانے ہی میں آتش کی بھی تھی دھوم
ناظم ہمیں اس عصر میں یکتا نظر آیا

۷

کیا قیامت کا دن بڑا ہوگا
کچھ شبِ ہجر سے سوا ہوگا

برق ہو کر گرے گا پھر مجھ پر
نالۂ میرا، اگر رسا ہوگا

سنتے ہیں مٹ گیا ہے کوئی نقش
وہ، ہمارا ہی مدعا ہوگا

رشکِ اقبالِ غیر بے جا ہے
تو کسی کا، کب آشنا ہوگا

ہے طلب کی یہی روش، ورنہ
ایک بوسے میں کیا بھلا ہوگا

۸/۱

آپ دن رات پڑا بے سروپا پھرتا ہے
تو ستم پیشہ نہ ہوتا تو فلک کیا کرتا

عید کہ ہم نے بھی جانا، کہ نہ ہوتی گر عید
مے فروش آج، درِ میکدہ کیوں وا کرتا

ہر کچھ افتادگی ایسی کہ اگر میں، بہ مثل
فتنہ ہوتا تو فلک مجھ کو نہ برپا کرتا

تو نہ آیا پر اجل وقت سے پہلے آئی ! ۸/۲ آدمی اس کی اگر اتنی تمنا کرتا
ہم سے تو ترے کوچہ میں نقش قدم اچھا — اس روئے، کہ جب تک نہیں مٹتا نہیں اٹھتا

۹

وعدہ گر روز کیے جائیے گا ! — روز سمجھوں گا کہ آج آئیے گا !
جان کا غم نہیں، غم یہ ہے کہ آپ — قتل کرکے مجھے پچھتائیے گا
میں بھی ہوں، حضرت ناصح! دانا — کچھ سمجھ کر مجھے، سمجھائیے گا
تم نہیں قول و قسم کے سچے — جھوٹ کہتا ہوں؟ قسم کھائیے گا؟!
در پہ رہنے کی اجازت دے کر — کہتے ہیں، پاؤں نہ پھیلائیے گا

۱۰

کبھی خوں ہوتے ہوئے اور کبھی جلتے دیکھا — دل کو ہر بار نیا رنگ بدلتے دیکھا
مے میں یہ بات کہاں جو ترے دیدار میں ہے — جس کو دیکھا کہ گرا، پھر نہ سنبھلتے دیکھا
دل کا کیا رنگ ہے؟ تم پھر بھی نہ سمجھے افسوس — چشمۂ چشم سے خوں ناب ابلتے دیکھا
ہے یہ ساقی کی کرامت کہ نہیں جام کے پاؤں — اور پھر بزم میں سب نے اسے چلتے دیکھا
واعظ و شیخ بھی خوب ہیں، کیا بتلاؤں — میں نے میخانے سے کس کس کو نکلتے دیکھا

۱۱

وہ جس طرح سے جسے چاہے اس طرح پالے — کسی کچھ نہیں پروردگار سے بدلینا
چلے ہو دشت کو تم اگر ملے مجنوں — ذرا ہماری طرف سے بھی پیار کر لینا

۱۲

لی محتسب نے گھر کی تلاشی تو کیا ہوا — نکلا سبوئے کہنہ میں سرکہ بھرا ہوا !

اس در پہ آنے جانے کی صورت بنی ہی
دربان ہوا تو شحنۂ شہر آشنا ہوا

ہوتا جو دلپذیر تو جاتا نہ دل سے دور
وہ نالہ کام کا نہ رہا جو رسا ہوا

کیا تم نہ جانتے تھے کہ بے خانماں ہوں میں
پھرتا ہے نامہ بر مرا گھر پوچھتا ہوا

ان کو خیال تھا کہ سنیں گے خبر کچھ اور
اچھا ہوا مریضِ محبت بُرا ہوا

اس نے بھی چشمِ خوش نگہاں کو کیا اٹھا
جو تیرِ غمزہ شست سے تیرے خطا ہوا

عزمِ حجاز حضرتِ ناظم سے تھا بعید
سنتا ہوں راہ میں سے پھر آئے بھلا ہوا

۱۳

اے لوائے انا الحق ترا دعویٰ حق ہے
لیک دستور نہیں قطرے کو دریا کہنا

بار خلوت میں نہیں، اور اگر بزم میں ہیں
حالِ دل عرض کروں، کہتے ہیں، تنہا کہنا

سنگِ بارانِ حوادث کا کہو ابرِ سیاہ
آسماں کو ہے غلط گنبدِ مینا کہنا

شعرا غم میں بھی خوش رکھتے ہیں اپنے دل کو
ہر بُری بات کو سو رنگ سے اچھا کہنا

جگرِ خستہ کو کہنا گلِ خنداں کیا ہے
چشمِ پُرخوں کو کبھی ساغرِ صہبا کہنا

کیوں نہ غالب کے ہوں اشراق کا قائل ناظم
دور سے جس نے سکھایا مجھے ایسا کہنا

۱۴

میں تو کس گنتی میں ہوں قیس کا قصہ سن کر
کہتے ہیں یہ بھی اک انداز ہے سودا کیسا

جلوۂ حسنِ بتاں کی ہے نمائش کیسی
اے دل اس باغ کا ہوگا چمن آرا کیسا

ذوقِ دیدار میں بیخود ہوں نہ کر مجھ سے حجاب
اُٹھ گیا بیچ سے جب میں ہی تو پردہ کیسا

تپش و زاری و تنہائی و سرگردانی
گھر میں سب کچھ نہیں موجود ہی صحرا کیسا

میرے اشکوں کی روانی ابھی کیا دیکھی ہے
گفتگو نوح کے طوفاں میں ہے دریا کیسا

اور دکھ درد ہو تو اس کو بھگت لوں یار — مجھ کو سونپا ہے غم جو سلسلہ فرسا کیسا

۱۵

پردہ در تھا غم پنہاں میرا — ہو گیا چاک گریباں میرا
دل سے نکلا پہ نہ نکلا دل سے — تیر تیرا ہے تو پیکاں میرا
اور کھانے کو دھرا ہی یاں کیا — میرا غم کھائے گا مہماں میرا
راہ نکلی تو ہے واں جا نکلی — شوق ہے سلسلہ جنباں میرا
یہ جواب ان کے ہر دروازے پر — تھا کسی عہد میں درباں میرا
نام یوسف ہو مرا پہ ناظم — ہے مرا مصر ہی کنعاں میرا

۱۶

ڈھونڈوں تو کس پہ سہرا سے پاؤں بلے خدا — عاشق ہوں حسن سادہ و بے خط و خال کا
ناظم یہ انتظام رعایت ہی نام کی — میں مبتلا نہیں ہوس ملک و مال کا
بخشش میں ہر طرح سے تمہیں اختیار ہے — پر کچھ جواب چاہیے میرے سوال کا

۱۷

آخر کو قطرہ قطرہ ٹپکنے لگے سرشک — قسطوں میں زر وصول ہوا خشک سال کا
میں کیوں کہے گئے آپ کو نہ رقیب آفریں کہوں — باعث ہوں تیرے شہرت حسن و جمال کا
دیدار ہی نہیں تو خوشی کیا بہشت کی — مذہب ہمیں پسند نہیں اعتزال کا
ساقی بنور بادہ برافروز جام ما — ناظم کو اعتبار ہے حافظ کی فال کا

۱۸

آبرو کیا پیرہن جب بے گریباں رہ گیا
بارے آنسو پچھ گئے میرے کہ داماں رہ گیا

ہیں یہیں کے یہ بھی، پھر اعمال کیوں جاتے ہیں ساتھ
جو کیا تھا ہم نے یاں پیدا، وہ سب یاں رہ گیا

آدمی پر رازِ حسنِ بے نشاں کیوں کر کھلے
جس قدر ظاہر ہوا اتنا ہی پنہاں ہو گیا

کھائیں کیوں غم، گر نہیں باقی نشانِ جوئے شیر
کیا وہ شیریں رہ گئی؟ اس کا شبستاں رہ گیا؟

کل ہم ان سے مل کے کہہ آئے ہیں اپنا دردِ دل
پھر بھی ناظم شکوۂ بیدادِ درباں رہ گیا

۱۹

گرے گا اوجِ ہوا سے کبھی پرن کے برق
یہ نالۂ شرر افشاں اگر رسا ہوگا

تری گلی میں ہے آمد شدِ رقیب کا ذکر
ابھی تو کیا ہے یہ چرچا ہزار جا ہوگا

سمجھ لیا کہ رہا آشیاں ہزاروں کوس
قفس میں جائے گا جو دام سے رہا ہوگا

یہ عالم آئینہ ہے تیرے روئے زیبا کا
وہ تو ہی ہوگا اگر کوئی دوسرا ہوگا

فقیر بن کے گیا واں تو کیا سوال کروں
مگر کہوں کہ بھلا کر ترا بھلا ہوگا

شراب و شاہد و مطرب سے کام رکھ ناظم
کسے خبر ہے کہ انجامِ کار کیا ہوگا

۲۰

نہ کبھی کوئی خط آیا، نہ پیامِ یار آیا
مگر اک جواب الٹا کہ ہزار بار آیا

مجھے گرچہ اپنے در سے وہ فریب دیکے ٹالیں
یہ خوشی بھی کم نہیں ہے کہ امید وار آیا

نہیں دل پہ زور چلتا، یہ یقیں ہے سب کو ناصح
تجھے کیا زباں پہ اپنی نہیں اختیار آیا
نہ خدا کو جانتے ہو، نہ نبی کو مانتے ہو!
بس اٹھو قسم نہ کھاؤ، مجھے اعتبار آیا
ترے گھر وہ آئے ناظمؔ، تو یہ اضطراب کیا ہے؟
کوئی بادشاہ آیا! کوئی شہریار آیا!!

۲۱

تھا موردِ ستم ہی میں، جب کہ میں نہیں
تو کیا، کہ آسماں بھی بے کار ہو گیا
آیا نہ میرا دیدۂ بے خواب میرے کام
وہ بھی عدو کا طالعِ بیدار ہو گیا
آنسو زمیں پہ گر کے ہوا ہی شرارہ خیز
نالہ ہوا میں مل کے شرربار ہو گیا
پائی گئی نہ مصر میں توقیر حسن کی
یوسفؑ کا سارا شہر خریدار ہو گیا
آئے ہیں میرے گھر وہ مجھے دیکھنے کو کب
جب گر کے در بصورتِ دیوار ہو گیا
زاہد کو کیوں شراب کا یارب مزا پڑا
رسوائے شہر و کوچہ و بازار ہو گیا
مسکیں کا لین دین نہ تھا مے فروش سے
آخر گدائے خانۂ خمّار ہو گیا
ناظمؔ وفائے وعدہ کی امید ہی کے
مرنا بھی اس فریب میں دشوار ہو گیا

۲۲

یہ خوشی کیا ہو کہ ہے ذکر ہمارا ہوتا
ہوتے ہم اور ہمیں بات کا یارا ہوتا
وعدۂ وصل نہ ہوتا، تو ہم ایسے بھی نہ تھے
کہ ہمیں ہجر میں مرنا نہ گوارا ہوتا
دردِ دل میں نہیں جاتی سخن آرائی پیش
کاش یہ قصۂ اسکندر و دارا ہوتا

۲۲

دیجیے دستک، تو وہ آزردہ نہ ہوتا ناظم
نام لے کر اسے در پر نہ پُکارا ہوتا

۲۳

کیوں کہے کوئی کہ تم نے کیا کیا
کیوں نہیں کہتے کہ: ہاں! اچھا کیا!!

کیوں نہ خواہش کے مطابق دے مراد
جس نے بے خواہش ہمیں پیدا کیا

دوست اور یہ ضد، کہ جو اُس سے کہا
کہہ کے لوگوں میں مجھے رسوا کیا

میں نے جل کر بات کرنی چھوڑ دی
اس نے چُپ رہنے کا بھی چرچا کیا

لڑ تو آیا اس سے، لیکن ہم نشین
دل میں کہتا ہوں کہ: ناظم! کیا کیا!!

۲۴

نہ عدم کہتے بنے اب اے ہمدم، نہ وجود
ذکر تقریر کا کیوں فکرِ دہن میں آیا

سرمہ و غازہ سے کیا حُسنِ خداداد کو کام
فرق ناحق ترے بے ساختہ پن میں آیا

۲۵

بخشنا ناظمِ دل خستہ کو یا ختمِ رسلؐ
مجھ کو کھانا ہے، یہ کہنا نہیں مانا تیرا

۲۶

آدمی کے ساتھ سو آزار ہیں، یہ کیا کہ بس
آہ کی، اور رازِ اُلفت آشکارا ہو گیا

غیر لے جائے اس کوچہ میں، کیا اندیشہ ہے
سیر دکھلا دیں گے گر جانا ہمارا ہو گیا

پھوڑ ڈالا سر تو کیا فرہاد کی اس میں نمود
بے مزہ تھی زندگی، مرنا گوارا ہو گیا

بن گئی ہے کوچۂ جاناں میں اک دار الشفا
بارے وہاں رہنے کا اب اچھا سہارا ہو گیا

۲۶ جلوہ گر ہر طرف ایک آئینہ سیما نکلا، ماہرو بادِ لقا

دہر کا آئینہ خانے کا سا نقشہ نکلا، جوہر نازہ کھلا

کل تو وہ حضرت یوسف سے ہوئے تھے گستاخ، نکلی تھی بات میں شاخ

آج پھر تذکرۂ عشقِ زلیخا نکلا؛ گُل کھلے دیکھیے کیا!

گریۂ وسنگیِ دل نہیں معلوم ہوئی؛ کہ یہ طوفاں ہے کوئی

جس کو سمجھے ہوئے تھے قطرہ وہ دریا نکلا، ہفت قلزم سے ہوا

کر دیا مجھ کو غم دام وقفس سے آزاد؛ آج بر آئی مراد

تیر کیا شست سے صیاد کی اچھا نکلا، ہے خدا اسکو جزا

جاؤں کعبہ کو میں وابستہ نہیں ہو سکتا، مجھ کو کعبہ سے ہے کیا

جستجو میں تری کیا جانے کدھر جا نکلا، بےخودی کا ہو بُرا

رازداری اسے کہتے ہیں کہ مرتے مرتے؛ جور بر جور سہے

کس پہ مرتا ہوں مرے منھ سے نہ اتنا نکلا؛ اور اصرار تو کیا

آج تک مول لیے ہوں گے بہت دل تم نے؛ سیکڑوں بگڑے بنے

ہے یہ میرا دلِ سودا زدہ کیسا نکلا، دل ملا یا نہ ملا

دہنِ دوست کی تنگی کا بیاں کیونکر ہو؛ ناظم انصاف کرو

جس سے ہرگز نہ کبھی کام کسی کا نکلا، یہ بھی ناکام رہا

۲۷ میں کیا خوش ان کے خواب میں آنے سے ہو گیا

شرمندہ ہوں کہ کیوں شب ہجراں میں سو گیا

مدت میں گر چہ تھا بھی ملا کوئے یار کا قاصد گیا تو راہ میں نامے کو کھو گیا

۲۶

گلچیں کی آگ سے بھی نہ حاصل ہوئی مراد
کیوں ابر آشیانہ ہمارا بھگو گیا

ناظم حکایتِ غمِ ہجراں تمام کر
شکرِ خدا کہ ناصحِ بے صرفہ گو گیا

۲۸

غیر کے گھر میں ہو گو شمعِ شب افروز ہو تم
تم سے روشن ہے، تمہیں دیکھو شبستاں کس کا

بوسہ دینے میں ہے کیا فائدہ، یہ کہتے ہو
یہ بھی فرماؤ کہ دینے میں ہے نقصاں کس کا

ہیں بہت بندگیٔ عشق میں ناظم
بندۂ عشق ہوئے تم تو پھرا ایماں کس کا

۲۹

آج ان سے پھر احوالِ دلِ زار کہوں گا
کہتے ہوئے ڈرتا ہوں، پہ ناچار کہوں گا

پہلے کہے دیتا ہوں تم آزردہ نہ ہونا
دلچسپ لطیفے بھی میں دو چار کہوں گا

جس آئینہ میں جو نظر آجائے گا مجھ کو
البتہ اُسے عکسِ رُخِ یار کہوں گا

تم دیدۂ گریاں کو کہا کرتے ہو ناسور
میں منہ سے اسے دیدۂ خونبار کہوں گا

استاد نے راہیں مجھے بتلائی ہیں ناظم
اب اور ہی انداز کے اشعار کہوں گا

۳۰

بے پردہ آکے کل مجھے صورت دکھا گیا
اک پردہ تھا نہ آنے کا وہ بھی اٹھا گیا

کافر ہوں گر رہی ہو توقع جواب کی
قاصد سے یہ سنوں کہ مرا خط پڑھا گیا

کیوں میری ضد سے سوگ میں بیٹھو رقیب کے
کیا جانتے نہیں ہو کہ جو مر گیا، گیا

۳۰

کیونکر پھر اُس کی راہ میں سرتنگ دیجئے ہو — اپنا سمجھ کے جو مرے گھر کو لُٹ گیا
ہوتے ہی دردِ دل کا بیاں اُٹھ کھڑے ہوئے — یعنی یہ ایسے ہیں کہ نہ ان سے سُنا گیا

۳۱

غرقِ دریائے معاصی مجھے رہنے دو کہ میں — دامنِ تر کو نچوڑوں گا تو طوفان ہو گا
دمِ تحریر مناسب ہے کروں ضبطِ فغاں — ورنہ غشتۂ خوں، نامے کا عنواں ہوگا
قتل کرنے میں نہ کر دیر کہ ہوں زیست سے تنگ — رحم مجھ پر نہ سہی، غیر پہ احساں ہو گا
واں شہادت کی خوشی کیا ہو یہاں ہو یہ غم — کہ مرے قتل سے دلدار پشیماں ہو گا

۳۲

واں اگر ہو گا متاعِ آرزو بخشی کا قحط — یہاں بھی نرخِ جنسِ جانبازی گراں ہو جائیگا

۳۳

سما رہیں گے اسی میں، اگر نہ واں پہنچے
زمیں تو پست ہی گو آسماں بلند ہوا
ہوا نہ فائدہ کچھ منعِ مے سے واعظ کو
مگر یہی کہ سزاوارِ ریش خند ہوا
محلِ رحم ہے البتہ پر خوشی بھی ہے
کہ وہ بھی عشق کا لذت چشِ گزند ہوا
اسی کا نام ہے دنیا میں تقویت ناظمؔ
دوا ہے اور مرا دردِ دل دو چند ہوا

۳۴

سچ کہتے ہو، سچ ہے، کہ زمانہ نہیں اچھا — پر اُس پہ روشی کا یہ بہانا نہیں اچھا
شرمندہ ہونے پر کہیں عندا ورنہ بڑھ جائے — عہد اُس کا اُسے یاد دلانا نہیں اچھا
غم کھانے میں کچھ نفع بھی ہوتا ہے کہ ناصح — کہتا ہے کہ غم بیہدہ کھانا نہیں اچھا

۳۵

تھا بجا، گر تھا مجھے اپنے نہ مرنے کا یقیں
جانتا تھا میں کہ وقتِ نزع تو ہو جائے گا
دوست چپ بیٹھا ہے، آؤ شکوۂ بے جا کریں
اس بہانے سے وہ گرمِ گفتگو ہو جائے گا
کیوں کہو پیچھے بُرا، ناظم کو لے آتے ہیں ہم
قصہ سب فیصل تمہارے رو برو ہو جائے گا

۳۶

شہر کے لڑکوں کی بر آئی مراد — بند سے دیوانہ رہا ہو گیا
کعبہ سے سیدھا ترے در کو چلا — قبلہ مجھے قبلہ نما ہو گیا
کس سے کہوں کیا ہے مرے وقتِ نزع — اس کا یہ کہنا کہ، یہ کیا ہو گیا
اس سے ہے امیدِ وفا واہ واہ — خیر ہے ناظم تمہیں کیا ہو گیا

۳۷

نہ دورِ رشک رہے گا نہ رنجِ پاسِ وفا — عدو سے کیجیے ناظم مبادلہ دل کا

۳۸

گہ مہِ تابندہ، گہ مہرِ درخشاں ہو گیا — اس تکلف سے ہوا ظاہر کہ پنہاں ہو گیا

سادہ کیوں چھوڑا تھا میں نے ایک جانب کے کر واں
نامہ میرا غیر کے نامے کا عنواں ہو گیا
تھا بہت کم رتبہ، پر کچھ ہو گیا! قیامت آگئی
غیر، سنتا ہوں، درِ جاناں کا درباں ہو گیا!
معتقد ہوں کعبہ کا، ناظمؔ، پر واں جا کر مجھے
عبرت آتی ہے کہ کیا بت خانہ ویراں ہو گیا

۳۹

قدح گردانیوں میں محو ہیں، کوثر کو کیوں پوچھیں
وہ اک جام لبالب ہے ہمارے طاقِ نسیاں کا
پھر ٹپکتے ہیں نمک وہ زخم پر، یارب نہ دم نکلے!
ابھی باقی ہے واں گھبرا کے اوندھانا نمکداں کا
نہ پینا مے کا، ناظمؔ، ان دنوں کفرانِ نعمت ہے
ہوا ہے دو برس کے بعد موسم ابرِ باراں کا

۴۰

ہے ہر اک انجام، آغاز، اک نئے انجام کا
رات کی آمد ہے، دن کے بعد ڈھلنا شام کا

۴۱

کچھ غم نہیں، ہے صاف مجھے گو دیا جواب
کیا کم ہے یہ خوشی کہ ملا بات کا جواب
بات ایسی کون سی ہے کہ جس کو بڑھائیے
اک مختصر سوال ہے، یا بوسہ یا جواب

RekhtaDownload.com

پوچھیں کب اہلِ قافلہ بچھڑے ہوئے کی بات — ہے میرے نالے کے لیے بانگِ درا جواب

مطلب ہے ایک، پر وہ ستم گر بزورِ طبع — ہر بار چاہتا ہے کہ دیجے نیا جواب

خوفِ خدا و پرسشِ محشر کا ان سے حال — کہتا تو ہوں، پر دیکھیے ملتا ہے کیا جواب

مے پیجیے بہار میں، پوچھے اگر خدا — ہے عذرِ ذوقِ بخششِ آب و ہوا جواب

ناظم تم ان سے روز کہے جاؤ حالِ دل — کب تک نہ دیں گے از رہِ شرم و حیا جواب

۴۲

کہنے کا نہ مانیے برا آپ — کیوں کہیے نہیں برا بھلا آپ

کرتے ہیں عبث غرور، کیا آپ — ہیں کوئی جنابِ کبریا آپ

گردش میں ہے جس سے آسماں بھی — رکھتے ہیں وہ چشمِ فتنہ زا آپ

ٹھہراؤ نہ سخت جان ہم کو — کس دن ہوئے خنجر آزما آپ

۴۳

آئے تھے پونچھنے مرے آنسو کدھر چلے — گھبرا گئے تراوشِ خونِ جگر سے آپ

میں آ گیا ہوں لو مجھے دو، جو جواب ہے — ناحق الجھ رہے ہیں مرے نامہ بر سے آپ

ناظم غلط ہے مہر و مروت کی چشم داشت — واقف نہیں ہیں اس صنمِ حیلہ گر سے آپ

۴۴

ساقیِ انجمنِ خاص بنایا ہے مجھے — ہے مرا دوست مرا دستِ نگر آج کی رات

۴۵

سچے ہیں اپنے وعدے کے، آئے وہ خواب میں
ناظم مجھی کو نیند نہ آئی تمام رات

٤٦

ہم نے سو سو طرح بنائی بات　　سامنے اس کے بن نہ آئی بات
پر تو کہتا ہے دوست دشمن ہو　　ہم نے ناصح کی آزمائی بات
بھید اپنوں سے بھی نہ کہنا ظفر　　منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات

٤٧

یہ بھی ہے خوبیٔ تارہ کی شبہائے فراق
کہ کبھی آہ نے دیکھی نہ اثر کی صورت
خلد کو کیوں ہے کہے نقشہ ترے گھر کا کوئی
خیر ملتی ہے ترے راہ گزر کی صورت

٤٨

میرے اشعار سب بیاضی ہیں　　ہمنشیں فکر انتخاب عبث
وعدہ اس نے کیا تو کیا ناظم　　عبث ملے تھا تماں خراب عبث

٤٩

وعدہ کرنے کی ضرورت کیا تھی　　پھر نہ آنے کا بھلا کیا باعث

٥٠

دیکھا نہ تم نے آخر اُسے لے اڑا رقیب　　کب تک سنئے کہ بلبل ہیں ادھر گیا بہار آج

٥١

شاعر ہے نہ طبیب ہے، قصہ خواں ہے　　پائی نہ ان کے دل میں مگر جا کسی طرح

٥٢

میں تو اُٹھنے ہی کو تھا بزم سے، کیا ہو جاتا
جام مے غیر کو دیتے تم اگر میرے بعد

قبر پر آئے وہ بے پردہ لیے غیر کو ساتھ
واہ اے آہ کیا خوب اثر میرے بعد

لائے کس کے لیے پہنچائے کسے جا کے کہاں
بوئے گل سے یہ خفا باد سحر میرے بعد

۵۳

کوئی یوں عشق میں رسوا نہ ہوا میرے بعد
میری ہی قبر ہے انگشت نما میرے بعد

کس نے اس حلقۂ کاکل میں پھنسایا دل کو
کون اس چشم کا بیمار ہوا میرے بعد

وہی تم ہو وہی خنجر ہے پر انصاف کرو
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہو کیا میرے بعد

جب نہ ہو کوئی جفاکش تو جفا کا کیا لطف
کیا کرو گے نہ کرو ترکِ جفا میرے بعد

غیر کا منہ ہے کہ گھر تم پہ لٹا دے ہر بار
جلد ہو جاؤ گے بے برگ و نوا میرے بعد

نکہتِ زلف کا اب کوئی خریدار نہیں
شہر میں پھرتی ہے بیکار صبا میرے بعد

خط مرا پڑھ کے تمہیں رحم تو آیا لیکن
یہ بھی قسمت کا لکھا تھا کہ پڑھا میرے بعد

ناظم ایسی جو کبھی تیز روی دکھلاؤں
پہنچے منزل پہ مرا راہ نما میرے بعد

۵۴

جیتا ہے اور تم اُسے کہتے ہو جاں نثار
کیوں کر کیا رقیب کو بے امتحاں پسند

ناظم اگرچہ میر بھی تھا خوش سخن ولے
ہے ہم کو شیوۂ اسد اللہ خاں پسند

۵۵

دل ہو تو کیجے آہ کی تاثیر پر گھمنڈ
جاتی رہے کمان تو کیا تیر پر گھمنڈ

باتوں میں کوئی کام نکلتا ہے ہمنشیں
تھا نامہ بر کو خوبیٔ تقریر پر گھمنڈ

ناظم ہمیں تتبعِ غالب پہ ناز ہے
ہوگا کسی کو پیرویٔ میر پر گھمنڈ

۵۶

جب لکھا ہم نے خطا شکوں سے ہوا تر کاغذ
یوں ہی ہر روز تلف ہوتے ہیں اکثر کاغذ

وہ پڑھیں بھی تو کھلے کیا مرے مکتوب کا حال
ہے سیہ فرطِ نگارش سے سراسر کاغذ

حسنِ خط سے مرے اتنا متعجب کیوں ہو
خط لکھا ہے تری تصویر پہ رکھ کر کاغذ

خط میں اندوہ گرانباریِ غم لکھتا ہوں
توڑ ڈالے نہ کہیں بالِ کبوتر کاغذ

۵۷

مل جائیں ازدحام میں ہم، ہے یہ ہم سے دور
اک گھر جدا بنائیں گے دیر و حرم سے دور
چاہوں کہ حالِ وحشتِ دل کچھ رقم کروں
بھاگیں حروف وقتِ نگارش قلم سے دور
ناظم یہ تار بجلی کی نکلی ہے راہ خوب
باتیں کریں گے یار ہو کتنا ہی ہم سے دور

۵۸

زہے جنوں کہ جب آیا ہے سامنے فصاد
لہو کے جوش سے رگ جا پڑی ہے نشتر پر

نہ دو نزاع کو اتنا بھی طول ڈرتا ہوں
کہ جا پڑے نہ کہیں بات روزِ محشر پر

ملی ہیں آج کفِ پائے یار سے ناظم
بجا ہے دوں اگر آنکھوں کو میں جگہ سر پر

۵۹

ہم پجاری ہیں نہیں تم بت نہیں، سمجھو تو سہی
کچھ تو خواہش ہے کہ روز آتے ہیں سرکار کے پاس

اشک کے ساتھ نکلے لختِ دل آئے ناظم
لعل و یاقوت بھی تھے چشمِ گہر بار کے پاس

۶۰

رہے گی یاد بہت اہلِ ہند کو ناظم
سوادِ ہند میں باغی سپاہ کی گردش

۶۱

واں قافلہ منزل پہ بھی پہنچا، یہ ہم اب تک
کہتے ہیں بیاباں پہ یہ آوازِ درا رقص

۶۲

مفت کی گریاں بھی ہاتھ آجائے تو کیوں چھوڑیے
ہے شرابِ ناب آخر حوضِ کوثر سے غرض
دیکھتے ہیں اس صفِ مژگاں کی اس صورت میں سیر
اور ناظم ہم کو کیا ہے فوج و لشکر سے غرض

۶۳

میں نے کہا کہ دعوئ الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط
تاثیرِ آہ و زاریٔ شبہائے تار جھوٹ
آوازۂ قبولِ دعائے سحر غلط
ہاں سینے سے نمائشِ داغِ دروں دروغ
ہاں آنکھ سے تراوشِ خونِ جگر غلط
آجائے کوئی دم میں تو کیا کچھ نہ کیجیے
عشقِ مجاز و چشمِ حقیقت نگر غلط
بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہیں
اظہارِ پاکبازی و ذوقِ نظر غلط
لو صاحب آفتاب کہاں اور ہم کہاں
احمق بنیں ہم اس کو نہ سمجھیں اگر غلط

RekhtaDownload.com

کہنا ادا کو تیغ ، خوشامد کی بات ہو — سینے کو اپنے اس کی سمجھنا سپر غلط
مٹھی میں کیا دھری تھی کہ چپکے سے سونپ دی — جانِ عزیز پیش کش نامہ بر غلط
پوچھو یہ کوئی مر کے بھی کرتا ہے جھوٹ کلام — کہتے ہو جان دی ہے مرو گذر غلط
ہم پوچھتے پھریں کہ جنازہ کدھر گیا! — مرنے کی اپنے روز اڑائی خبر غلط
آیت نہیں، حدیث نہیں جس کو مانیے — ہے نظم و نثرِ اہلِ سخن سر بسر غلط
یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا — کیوں یہ کہا کہ دعوئ الفت مگر غلط

۶۴

کرتا ہوں خوں سے دامنِ قاتل کی احتیاط
اس خستگی میں دیکھیے بسمل کی احتیاط
رہزن سے بچ کے آئے تو کھٹکا ہے چور کا
ناظم ہلاک کرتی ہے منزل کی احتیاط

۶۵

ڈاک گھر میں نہیں ٹکٹ باقی — ناظم اتنے گئے ہیں خط پر خط

۶۶

ہم سے چھٹتی ہے کہیں بادہ پرستی ناظم — منہ پہ واعظ کا کیا کرتے ہیں ناچار لحاظ

۶۷

مٹی نہ وصل میں بھی کلفتِ زمانِ فراق
تمام رات کہی ہم نے داستانِ فراق

۶۸

ایسا آساں کیا ہے اس عالم کا برہم ہونا
وہ خرام ناز بھی ہوگا قیامت کا شریک

جب نہیں دل ہی تو کس سے غم گساری کی امید
تھا یہی بے چارہ میرے رنج و مصیبت کا شریک

ہوں خدا کا بندہ پر بت سے بھی ہے رسم و راہ
کیوں نہ ہوں پھر شیخ و برہمن کی عبادت کا شریک

ہے جدا مسلک ہمارا اہل صورت سے مگر
چاہیے ناچار ہونا رسم و عادت کا شریک

مبدأ و فیاض سے دونوں ہیں ناظم بہرہ یاب
میں بھی ہوں استاد کے حسن طبیعت کا شریک

۶۹

من و سلویٰ کا ایک عالم ہے
زرد ہوتا ہے آسمان کا رنگ

۷۰

ہمنشیں صورتِ آرائشِ عالم کب تک
جاودانی سہی یہ نقش، مگر ہم کب تک

چارہ گر چھوڑ کہ مجھ میں نہیں طاقت باقی
زخمِ دل لطمہ خورِ پنبہ و مرہم کب تک

کون ہوگا کہ نہ ہو معتقدِ فصلِ بہار
موسم اچھا ہے، پہ یہ کہیے کہ موسم کب تک

بت سے ناخوش ہی تو کیوں اٹھ نہیں جاتا ناظم
دیر میں تذکرۂ کعبہ و زمزم کب تک

۷۱

٧١

سینے میں میرے تم کو عبث ہے گمانِ دل
ہر ایک داغ اس کو سمجھو نشانِ دل

اس گھر کے تھا نصیب میں لٹنا اسی طرح
تم ہائے جا نگہ ناز ہوئے میہمانِ دل

٧٢

بات کی پوچھ ہے جو ناصح سے کیا کرتا ہوں بحث
ورنہ دل دیے سے ہوں میں خود پشیماں آج کل
کوئی بھی ہے تیرے وعدے سے وفا ہونے کا دن
کب تک اے غارتگرِ دین و دل و جاں آج کل

٧٣

کیا فائدہ، ناحق ستم اتنا نہ کرو تم
حق سے تو ڈرو گر مری پروا نہ کرو تم

یہ ظلم جو تم کرتے ہو بے جا نہیں گر ہاں
کہتے ہو مجھے شکوۂ بے جا نہ کرو تم

کہتے ہیں کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ کروں کیا
کہتے ہو کہ دل جوئی اعدا نہ کرو تم

ہم تم کو برا کہتے ہیں یا خو کو تمہاری
سو خو کے بھی اچھے ہی ہی، جھگڑا نہ کرو تم

تم پیرو اہلِ خرابات ہو ناظم
اندیشۂ دین و غمِ دنیا نہ کرو تم

٧٤

پیری میں بھی بے ولولۂ شوق نہیں ہم
رکھتے ہیں ابھی اک دلِ ہنگامہ گزیں ہم

شہرت نہیں مجنوں کے برابر، یہ مسلّم
پر کوئی نہ جانے ہمیں ایسے بھی نہیں ہم

سیاح جہاں گرد ہیں، آنکلے ہیں یاں بھی
کچھ تیرے پجاری تو نہیں اے بتِ بے دیں ہم

یہ طرز کسی اور کو کب یاد ہے ناظم
ہیں رکھتے میں پیرو اندازِ حزیں ہم!

۷۵

سُنا بھی تم نے تو کس سے سُنا خدا کی پناہ — کہا ہے غیر نے جو کچھ وہ میرا حال نہیں
دوامِ وصل ہے یاں عالمِ تصور میں — یہ کیوں کہوں کہ مجھے حسرتِ وصال نہیں
نہ طولِ روزِ قیامت کا کیجے استعجاب — شبِ فراق مگر سو ہزار سال نہیں
وفا شعاریٔ ناظمؔ یقیں نہیں نہ سہی — یہ کون شخص ہے اس کا بھی کچھ خیال نہیں؟

۷۶

یہی سمجھو کہ نکالے ہوئے ہوں گے ورنہ
کیوں پھر اس بزم میں ہم خانہ خراب آتے ہیں
نہ وہ مومن ہیں نہ ہیں کافرِ حربی، پھر کیوں!
قتل کو میرے بامیدِ ثواب آتے ہیں
قاصدوں سے کہیں انعام میں بٹ جائے نہ ملک
جلد جلد اب مرے ناموں کے جواب آتے ہیں
غلطی غیر کی گفتار کی دیکھی ناظمؔ
واں جو جاتا ہوں تو کہتا ہے نواب آتے ہیں

۷۷

کہاں ہے تو کہاں ہے اور میں ہوں — انا الحق کا بیاں ہے اور میں ہوں
مزا دیتا ہے تنہائی میں رونا — کہ اک دیوار واں ہے اور میں ہوں
شبِ ہجراں میں ہو کون اور دمساز — فقط اک قصہ خواں ہے اور میں ہوں
ولایت کا سفر مشکل ہے ناظمؔ — یہی ہندوستاں ہے اور میں ہوں

۷۸

دل سخت ہی کافر کا، پر آنکھوں میں حیا ہے
سُنتے ہی جفا کا گلا شرما گئیں آنکھیں

۷۹

میرا رقیب بن کے پھرا جو اُدھر گیا — قاصد کو دیکھتا ہوں تو اوسان ہی نہیں

۸۰

میں جانتا ہوں میری فغاں سے اُڑی ہے نیند — واں جا لگے ہیں غیر کے وہ انتظار میں
آدم نہ جب بہشت میں گندم سے بچ سکا — ہم سے شرابِ ناب چھٹے کیوں بہار میں
طولِ شبِ فراق کا بنتا نہیں حساب — روزِ شمار کو نہ رکھیں گر شمار میں
تھی نیند حقِ چشم وہ طالع کو مل گئی — ہے کس کو دخل بخششِ پروردگار میں

۸۱

کیوں کہیے کوئی ہو وہ کب سُنتے ہیں مری سرگزشت
اور سُنیں گے بھی تو کہہ دیں گے کہ ہم ناچار ہیں!

۸۲

آدمیت نہیں تجھ میں، یہ عدو کی ہے غرض — یوں ہی بری کہتے ہیں، مانا تری تقصیر نہیں
ہمتِ مرغِ سحر خواں کا ہوں قائل، کہ اسے — نالے سے زمزمہ مقصود ہے، تاثیر نہیں
اپنے استاد کے انداز پہ میرا ہے کلام! — مجھ کو ناظم ہوس پیرویِ میر نہیں

۸۳

مثلِ آئینہ خانہ پیدا ہے — تیری صورت مرے ہر آنسو میں

RekhtaDownload.com

۸۴

رقیبوں کی حقیقت ہم سے تم پوچھو، کہ ہم نے بھی
ہوسناکوں کے شیوے ابتداء میں خوب بھرتے ہیں
وہ سُن کر دردِ دل کہتے ہیں، پھر میں کیا کروں ناظم
خلاصہ آپ کی تقریر کا یہ ہے کہ مرتے ہیں!

۸۵

واں میر اور مرزا، یاں آتش اور ناسخ
ہم ہیں یگانہ ناظم شعر و سخن کے فن میں

۸۶

بھلا کیا طعنہ دوں زہاد کو زہد ریائی کا!
پڑی ہے میں نے مسجد میں نماز بے وضو برسوں
خوشی کیا گر کیا ہے اس نے وعدہ شب کے آنے کا
چلیں کیوں کر، چلیں کب، یہ رہے گی گفتگو برسوں
نہ تھے حکام عادل، وہ بھی اب واں آگئے ناظم
رہے گا کارگاہ امن و راحت، لکھنؤ، برسوں

۸۷

جب ترا نام سُنا تو نظر آیا گویا
کس کو کہیے کہ تجھے کان سے ہم دیکھتے ہیں

۸۸

ترے عاشق کا جنازہ نہیں اٹھتا ہرگز
سب کھڑے سرِ گرانباریِ غم دیکھتے ہیں

صورتِ آئینہ و جام ہیں اربابِ نظر　　حسنِ اندیشۂ اسکندر و جم دیکھتے ہیں

۸۹

ہم نہیں چاہتے کہ دولت ہو　　کون ممنونِ بخت و قسمت ہو
آستیں بھی پکوڑ ڈالیں گے !　　اشک کے پونچھنے کی فرصت ہو
اُس پہ کیجے گمان شکوے کا　　بات کرنے کی جس میں طاقت ہو
منھ ترا دیکھنا نصیب نہ ہو　　منھ سے نکلی اگر شکایت ہو
قم سا ناظم ذہین اور دانا !　　اس طرح مبتلائے الفت ہو

۹۰

ہاتھ میں تیغِ غضب ناک کھڑا ہے قاتل　　ہاں شہادت طلباں اپنے پرے آتے جاؤ
جس نے پھونکا بھی تو کیا تم نے تماشا دیکھا　　گھر کو اچھا ہے، تمہی آگ لگاتے جاؤ

۹۱

غلط ہی اثرِ آہ و نالہ، پر ناظم　　رہے نہ دل میں ہوس، آؤ یہ بھی کر دیکھو

۹۲

اک عزہ البتہ ملتا ہے، سو وہ بھی مشترک
بوسہ کیا شے ہے کہ جس کے دینے میں تکرار ہو
ہو کسی مذہب میں انساں، اصل مطلب ہے نجات
پار اتر جاتا ہے، جس کھیوے میں بیڑا پار ہو
جانتا ہوں پوچھنے آؤ گے لیکن کب، کہ جب
بات کرنا بلکہ دم لینا مجھے دشوار ہو

RekhtaDownload.com

۹۳

باز رکھو مے کشی سے ہم کو، لیکن، صوفیہ! خاک پر پھینکو نہ، حرمت شرط ہے تحریم کو
سبزہ و آبِ رواں و دورِ مے کیا، ہاں نہیں ہے سلام اپنا یہیں سے کوثر و تسنیم کو
وہ اُٹھے محفل سے ناظمؔ مجھ کو آتا دیکھ کر اور میں سمجھا کہ اُٹھتے ہیں مری تعظیم کو

۹۴

ہو جہاں سایہ و سرچشمہ وہیں بیٹھ رہا رہروی میں نہیں اندیشۂ منزل مجھ کو

۹۵

فلک کو جب ضد آتی ہے، نہیں کچھ پیش جاتی ہے
اسے پانی نہیں ملتا ہے جس کا خضر رہبر ہو

۹۶/۱

اچھا ہوا کہ موسمِ گل میں ہوئے اسیر چھوڑا ہے ہم نے باغ کو برگ و نوا کے ساتھ
ردّ و قبولِ خلق سے ناظمؔ غرض نہ رکھ اچھا ہے گر معاملہ تیرا خدا کے ساتھ

۹۶/۲

تیرا ملنا تو کہاں، کوئی مصوّر مل جائے میری تصویر ہی کھنچے تری تصویر کے ساتھ
میری دانست میں ہیں اہلِ سخن سودائی ورنہ تشبیہ نہ دیں زلف کو زنجیر کے ساتھ
نسبت اوراہلِ سخن سے مجھے کیا ہے ناظمؔ ہم زباں حق نے بنایا ہے مجھے میرؔ کے ساتھ

۹۷

یہاں ناسخ کا کس کو یاد ناظمؔ بات ہے اتنی
کہ آکر کہہ گیا ہے جو کچھ اس کے جی میں آیا ہے

۹۸

انداز نرالا ہے ادا اور ہی کچھ ہے
یہ حسن نہیں نامِ خدا اور ہی کچھ ہے

کہتے ہو تم اب غیر کو آنے نہیں دیتے
یارب یہی سچ ہو، یہ سُنا اور ہی کچھ ہے

پردہ نہ رکھا تیرے لبِ رُوح فزا نے
ہم جانتے تھے آبِ بقا اور ہی کچھ ہے

جو میں نے کہا تھا وہ بگڑنے کی نہ تھی بات
کہتا ہوں کہ قاصد نے کہا اور ہی کچھ ہے

ہمدم یہی جاناں کی جدائی کا ہے رونا
کہتے ہیں جسے مرگ وہ کیا اور ہی کچھ ہے

عیسیٰ سے کہو مردۂ صد سالہ جلالیں
بیمارِ محبت کی دوا اور ہی کچھ ہے

فرہاد ہوس پیشہ نے بھی دی تو ہی جان
ہر شیوۂ اربابِ وفا اور ہی کچھ ہے

تم حسن کی خیرات میں کیا دیتے ہو، لاؤ
ہر چند تمنائے گدا اور ہی کچھ ہے

ہم زہد و عبادت کے بھی منکر نہیں ناظم
ہر قاعدۂ فقر و فنا اور ہی کچھ ہے

۹۹

ضد سے وہ بزم میں نہیں دیتے جا مجھے
میں جانتا ہوں جانتے ہیں پارسا مجھے
غیرت بڑی بلا ہے کہ ناظم بایں تمیز
کرنی پڑی رقیب کی بھی التجا مجھے

۱۰۰

میں گوہرِ معنی کا خریدار ہوں ناظم
کچھ مال نہیں دولتِ دنیا مرے آگے

۱۰۱

جنت میں شہد و شیر و گل و میوہ ہے تو ہو
ناظم خوشی تو ہے کہ وہاں مے حلال ہے

۱۰۲

کھلے کیا دل در و دیوار کے آثار باقی ہیں
ہوا ہر چند گھر ویراں، پہ صحرا پھر بھی صحرا ہے
بکے جو اس طرح کون اس کو دانشمند جانے گا
مجھے سودا ہی ناصح، پہ کیا تجھ کو بھی سودا ہے

۱۰۳

وہی معبود ہے ناظم جو ہے محبوب اپنا	کام کچھ ہم کو نہ مسجد سے نہ بتخانے سے

RekhtaDownload.com

۱۰۵

شعر کا چرچا ہے اور شاعر کی قدر	خوش ہوئے ناظم کہ ہم دربار سے

۱۰۶

افسانۂ مجنوں سے نہیں کم مرا قصہ	اس بات کو جانے دو کہ مشہور نہیں ہے
ناظم میں پڑھاتا اسے غالب کے قصائد	افسوس کہ خاقانی مغفور نہیں ہے

۱۰۷

واعظا توبہ کی جلدی کیا ہے	یہ بھی کر لیں گے جو فرصت ہوگی

۱۰۸

خوب ہے کشمیر کی، ناظم بہار	اس سے بہتر ہند کی برسات ہے

۱۰۹

اگر فقیر کی حاجت روا نہیں کرتے — تو اس کو منھ پہ بُرا بھی کہا نہیں کرتے
ہمارے دام و قفس کی یہ کچھ نگہبانی — علاجِ طائرِ رنگِ حنا نہیں کرتے
وہ کون ہیں کہ جو محبوب کے ستم سہہ کر — زباں کو زمزمہ سنجِ دُعا نہیں کرتے
تم اپنی چال سے بدنام ہو گئے ناظم — یہ اہلِ صومعہ چھپ چھپ کے کیا نہیں کرتے

۱۱۰

یوں تو کس کو خبر اس کی ہے کہ کل کیا ہوگا — پر کچھ اچھے نہیں آثار خدا خیر کرے
یہ غرض خیر ہے تم کو نہ خدا کے قائل — کیوں کہا کرتے ہو ہر بار خدا خیر کرے
سُن چکا ہوں کہ ملا حضرتِ موسیٰ کو جواب — پھر بھی ہوں طالبِ دیدار خدا خیر کرے

۱۱۱

میں اور بزمِ غیر میں جاناں خدا کی شان — دیدارِ یار کے لئے حاجت مگر ہوئی
تم سے نہ جو ہوا غضب یہ اور بات ہے — پھر کیا کہو گے ظلم کی پرسش اگر ہوئی

۱۱۲

ٹوٹے گر اُس طرف سے تو ٹوٹے کیا خبر مجھے — میری طرف سے عہد وفا استوار ہے
ہے دل میں ذوقِ دشت نوردی بھرا ہوا — با آنکہ پائے آبلہ فرسا فگار ہے

۱۱۴

عدو کو دیکھوں تو دیکھوں انھیں خدا نہ کرے — کہ مدعی سے ملوں اپنے مدعا کے لئے

۱۱۵

65222

جفا اُدھر سے اگر بے شمار باقی ہے
اِدھر بھی دل پہ ابھی اختیار باقی ہے

شکنجِ طرۂ پُر خم سے گرچہ پائی نجات
کشاکشِ ستمِ روزگار باقی ہے

حکایتِ غمِ ہجراں ابھی سُنے جاؤ
شکایتِ تعبِ انتظار باقی ہے

اگرچہ ہر طرف اُڑتی پھرے ہے میری خاک
ہنوز حسرتِ دامانِ یار باقی ہے

ہوئی سحر بھی تو روزِ سیاہ ہے درپیش
ہنوز ظلمتِ شبہائے تار باقی ہے

سب اُٹھ گئے ترے در سے خبر لے ناظمؔ کی
ستمکشوں میں یہی دلفگار باقی ہے

۱۱۶

ہے یہ تقریبِ فراق اور وہ تمہیدِ وصال
وصل سے لطف سوا نامہ و پیغام میں ہے

۱۱۷

گر چارہ مرے زخمِ جگر کا نہیں کرتے
اچھا یہی کہہ دو، کہ ہم اچھا نہیں کرتے

وعدے نے ترے زیست کی توقیر بڑھائی
مرتے ہیں، یہ مرنے کی تمنا نہیں کرتے

وہ مُردۂ صد سالہ کو جب چاہیں جلائیں
یہ ضد ہے کہ تقلیدِ مسیحا نہیں کرتے

آتے ہیں جتانے پہ باندازِ تجاہل
سچے نہیں، اور وعدہ بھی جھوٹا نہیں کرتے

دیکھو تو کہ وہ غصے میں کیا کرتے ہیں ناظم
کیوں ان سے کبھی شکوہ بیجا نہیں کرتے؟

۱۱۸

کیوں نشاں چھوڑ گئے راہ روانِ رہِ عشق
کعبہ و بتکدہ کو چاہیے ڈھاتے جاتے

مجھ سے بگڑے ہوئے ان کو ہوئی مدت ناظم
بیچ والے ہیں ابھی بات بناتے جاتے

۱۱۹

آ تو جاتی ہے کسی وجہ سے رونق منہ پر
نالہ اچھا ہے کہ خونابہ فشاں ہوتا ہے

نہ گزر دوست تک اپنا نہ بغیر اس کے قرار ۱۲۰ کس پر آئی ہے اور آئی ہے طبیعت کیسی

۱۲۱

روزِ جزا کے بعد بھی ہے انتظارِ داد — قربان جائیے دلِ امیدوار کے

۱۲۲

آنے کا وعدہ اس نے کیا ہو تو میں کہوں — کچھ خو ہی پڑ گئی ہے مجھے انتظار کی

۱۲۳

صور کی آتی ہے نالے سے صدا — صبحِ غم شامِ قیامت ہے مجھے
تم نہ گھبراؤ نہ تہمت سے ڈرو — روز مر جانے کی عادت ہے مجھے
جو نہ کہنا تھا وہ سب تم نے کہا — کچھ کہوں میں بھی اجازت ہے مجھے
کون کہتا ہے کہ تم دل سے سنو — دردِ دل کہنے کی حسرت ہے مجھے
لکھ کے دو بحروں میں ناظم یہ غزل — نازشِ حسنِ طبیعت ہے مجھے

۱۲۴

مرگِ رقیب موجبِ غم ہو خدا کرے — پایا ہے آج میں نے کچھ اندوہگیں تجھے
ناظم برا نہ کہہ کہ عاشق نہیں ہے تو — گر یار سے ہے تفرقہ پھر دکگیں تجھے

۱۲۵

نے آسماں ہلا نہ زمیں بہہ گئی تمام — نالے کی تاب اشک کی توقیر دیکھ لی
ناظم خدا یہ چھوٹے سب کاروبار کو — تشویش جاں گدازیِ تدبیر دیکھ لی

۱۲۶

آئے ہو ایسے وقت کہ اتنی نہیں مجال — جو میں کہوں کہ پوچھنے آئے ہو کب مجھے

۱۲۷ اک جہاں کشتۂ اندازِ خود آرائی ہے ۔ آپ جو چاہیں کریں، آپ کی بن آئی ہے

۱۲۸

میرا ان کا معاملہ ناظم ۔ کچھ جدا جنگ و آشتی سے ہے

۱۲۹

نہ بذلہ سنج، نہ شاعر، نہ شوخ طبع رقیب ۔ دیا ہے آپ نے خلوت میں اپنی بار کسے
درازیِ شبِ ہجراں خلاف عادت ہے ۔ کہے بھی کوئی تو آتا ہے اعتبار کسے

۱۳۰

کیسی شفا کہاں کی، یہ شغل بھی چند روز ۔ قسمت میں تھا کہ نازِ مسیحا اٹھائیے
واں غمزہ و ادا ہو تو یاں بھی ہو آن تان ۔ مرجائیے پہ ناز نہ بیجا اٹھائیے

۱۳۱

کھلے کیا دل، در و دیوار کے آثار باقی ہیں ۔ ہوا ہر چند گھر ویراں پہ صحرا پھر بھی بھر آئے

۱۳۲

بہت کہنے سے آجاتی ہے ضد انسان کو ناظم ۔ نہ کر تکرار ان سے گو مزہ تکرار میں آوے

۱۳۳

توہم کا ہے پھیلاوا جسے مدت سمجھتے ہو ۔ نکلنا خلد سے آدم کا گویا بات ہے کل کی
خلافت کی بنا اجماع پر ہے واقعی ناظم ۔ ابھی کل گئے سے ہوئی لازم اطاعت ہم پہ کونسل کی

۱۳۴

گلشن میں کیوں ترے قد و رخ کا کریں خیال ۔ ہم کو بھی سرو و گل کا تماشا پسند ہے
اس شعلہ رو سے گرمیِ صحبت نہیں نہ ہو ۔ یاں بھی ہجوم داغ تمنا پسند ہے

Yusuf Ali Khan Nazim

(Intikhab-e Kalam)

RekhtaDownload.com

Abid Raza Bedar

Rampur Institute of Oriental Studies

1970